تعلیم وتربیت کے سنہری اصول
(اساتذہ کی خدمت میں چند گزارشات)

ڈاکٹر ایچ رشید احمد قاضی☆

حقیقت میں تبلیغ اور تعلیم ایک ہی چیز ہیں۔ خاص کر ایسے شخص کے لیے جو مذہب وسیاست کو بالکل الگ اور ایک دوسرے سے آزاد چیزیں نہ سمجھتا ہو، معلم اول اللہ کی ذات ہے۔(۱) جس نے علم کی بدولت حضرت آدم علیہ السلام کو دیگر مخلوقات پر فضیلت دی۔(۲) اسی فضیلت کی بدولت حضرت سلیمان علیہ السلام کے مصاحب نے بلقیس کے تخت کو پلک جھپکتے میں حاضر کر دیا۔(۳) نبی آخرالزماں حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے دنیا میں بھیجے جانے کا مقصد تعلیم کتاب وحکمت کو قرار دیا گیا۔(۴) اور واضح اعلان فرما دیا:

يَرْفَعُ اللّٰهُ الَّذِيْنَ آمَنُوْا مِنْكُمْ وَالَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ دَرَجَاتٌ۔ (۵)

جنہیں ایمان کی دولت کے ساتھ علم کی دولت بھی مل گئی ان کے درجات تو بہت ہی زیادہ بلند ہیں۔

مزید یہ کہ جاہل اور عالم کبھی برابر نہیں ہو سکتے۔(۶) آپ پر وحی کا آغاز ہی علم اور ذریعہ علم یعنی قلم کے ذریعہ کیا گیا۔(۷) یہی وجہ ہے کہ آپ ﷺ نے معلم کے منصب کو نمایاں کرنے کے لئے فرمایا: اِنَّمَا بُعِثْتُ مُعَلِّماً۔ (۸) میں معلم بنا کر بھیجا گیا ہوں اور علماء کو اپنا وارث قرار دیتے ہوئے اعلان کیا: اِنَّ الْعُلَمَاءَ وَرَثَةُ الْاَنْبِيَاءُ۔ (۹) نہ عابد وارث ہیں نہ مالدار صرف علماء وارثین نبوت ہیں، معلم کی فضیلت بیان کرتے ہوئے حضرت ابوذرؓ کو نصیحت

☆ہمدرد یونیورسٹی، کراچی

کی:

یَا اَبَاذَرِّ لَاَنْ تَغْدُوَ فَتَعَلَّمَ آیَةً مِنْ کِتَابِ اللّٰہِ خَیْرٌ لَّکَ مِنْ اَنْ تُصَلِّیَ مِائَةَ رَکْعَةً۔ (۱۰)

اے ابوذر تمہارا کسی کو ایک قرآنی آیت کی تعلیم دینا ایک سو نفل نمازیں پڑھنے سے بہتر ہے۔

ابودرداءؓ سے روایت ہے آپ ﷺ نے فرمایا:

فَضْلُ الْعَالِمِ عَلَی الْعَابِدِ کَفَضْلِ الْقَمَرِ عَلٰی سَائِرِ الْکَوَاکِبِ (۱۱)

عالم کو عبادت کرنے والے پر اسی طرح فضیلت حاصل ہے جیسے چاند کو تمام ستاروں پر فضیلت حاصل ہے۔

حتی کہ علم کو مال سے بھی افضل قرار دیا گیا، بخاری کی روایت ہے: آپ ﷺ نے ایک نکاح میں مال کی جگہ قرآنی سورتوں کو مہر قرار دے کر نکاح کر دیا۔ (۱۲) جنگ بدر میں اسیرانِ بدر سے مال کے بدلہ تدریس کا فریضہ ادا کر کے اسے مال کے قائم مقام کر دیا حالانکہ اس وقت مسلمانوں کو علم کے مقابلہ میں مال کی زیادہ ضرورت تھی، حضرت علیؓ کا قول ہے:

اَلْعِلْمُ خَیْرٌ مِنَ الْمَالِ اَلْعِلْمُ یَحْرُسُکَ وَاَنْتَ تَحْرُسُ الْمَالُ (۱۳)

علم مال سے بہتر ہے، علم تمہاری حفاظت کرتا ہے اور مال کی تمہیں حفاظت کرنی پڑتی ہے۔

حضرت سلمان فارسیؓ کا قول ہے علم اس خزانہ کی طرح ہے جو کبھی ختم نہیں ہوتا۔ (۱۴) حضرت ابوالأسود ارشاد فرماتے ہیں:

لَیْسَ شَیءٌ اَعَزُّ مِنَ الْعِلْمِ ، اَلْمُلُوکُ حُکَّامٌ عَلَی النَّاسِ وَالْعُلَمَاءُ حُکَّامٌ عَلَی الْمُلُوکِ۔

علم سے زیادہ عزت والی کوئی چیز نہیں۔ حکمراں لوگوں پر حکومت کرتے ہیں اور اہل علم حکمرانوں پر حکومت کرتے ہیں۔

حضرت ابن عباسؓ ارشاد فرماتے ہیں:

خُیِّرَ سُلیمان بن داؤد علیهما السَّلامَ بَینَ العلمِ وَالمَال وَالمُلکِ فَاختار العلمِ، فاعطٰی المالِ و الملک معه۔ (۱۵)

حضرت سلیمان بن داؤد علیہما السلام کو علم، مال اور حکومت میں اختیار دیا گیا (کہ کسی ایک کو اپنے لئے پسند کرلیں)۔ تو (حضرت داؤد علیہ السلام) نے علم کو پسند کیا۔ تو مال وحکومت بھی انہیں اس کے ساتھ دے دیا گیا۔

صحابہ کرامؓ اور دیگر کے مندرجہ بالا ارشادات سے اسلام میں علم کی جو قدر و منزلت ہے اس کا کچھ اندازہ ہوتا ہے لیکن جو چیز اسلامی نقطۂ نظر کو ایک امتیازی شان عطا کرتی ہے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے تعلیمی انقلاب کا اہم حصہ ہے وہ آپ کے تصورِ علم کی ہمہ گیری اور اس کے دینی واخلاقی عناصر کی مقابلتاً زیادہ اہمیت و برتری ہے۔ حضرت علیؓ فرماتے ہیں:

رضینا قسمة الجبار فینا، لنا العلم و للجهال مال
لان المال یفنی عن قریب وان العلم باق لا یزال

ہم اللہ پاک کی اس تقسیم پر راضی ہیں کہ ہمیں علم ملا اور جاہلوں کو مال مل گیا، کیونکہ مال جلدی ختم ہوجائے گا مگر علم باقی رہے گا کہ اُسے زوال نہیں۔

مستشرقین کا اعتراف

مصر کے مشہور اخبار ایجپٹ (Egypt) میں ایک عیسائی عالم نے لکھا تھا: ہم عیسائیت اور اسلام کا مقابلہ کرتے ہیں تو ایک نمایاں فرق یہ نظر آتا ہے کہ عیسائی مذہب کے راستہ میں جب علوم وفنون آگئے تو اس نے نہایت بے دردی کے ساتھ ان کو پامال کیا، لیکن اسلام نے خود علوم وفنون کی بنیادیں قائم کیں، اور عیسائیت و مجوسیت نے جن شائقینِ علوم کو شوقِ علم کے جرم میں جلاوطن کیا اسلام نے انہیں اپنے دامن میں پناہ دی، جس طرح عیسائیت علم وتمدن کے میدان میں اسلام کے دوش بدوش نہیں چل سکتی اسی طرح اخلاقی حیثیت سے بھی اسلام کا مقابلہ نہیں کرسکتی۔ (۱۶) مشہور محقق ومذہبی مصنف موسیو لیبلی کا قول ڈاکٹر گستاولی بان

نے اپنی کتاب ''تمدن عرب'' میں نقل کیا ہے کہ اسی قدر کہنا کافی ہے کہ وہ مسلمان قوم جس کو تعلیم دینے کا دعوئی یورپ کرر ہا ہے، فی الواقع وہ قوم ہے جس سے خود اسے سبق لینا چاہئے۔ (۱۷)

تاریخ عالم کی یہ ایک مسلمہ حقیقت ہے کہ علم کی قدر ہمیشہ سے دنیا کی ہر مہذب قوم کرتی چلی آرہی ہے۔ اس امر کو بھی اچھی طرح سمجھ لیا گیا ہے کہ کوئی قوم اس وقت تک سر بلند اور کامیاب و کامران ہو ہی نہیں سکتی، جب تک اس میں شعور اور علم و عمل کی قوتیں بدرجہ کمال بیدار نہ ہو جائیں لہٰذا تعلیم ہی وہ واحد ایسا ذریعہ ہے جس کی بدولت انسان کی تمدنی اور اخلاقی ترقی ہو سکتی ہے۔ جو انسانی تخلیق کا ایک اعلیٰ مقصد ہے۔

تعلیم دراصل ایک ایسی ذہنی و دماغی اور علمی تربیت کا نام ہے، جس کے ذریعہ انسان کی فطری قوت و صلاحیت کو ابھار کر سنوارا اور منظم کیا جاتا ہے اور انسانی جذبات و حسیات کو ایک عمدہ اور اعلیٰ نصب العین کے تحت لا کر مہذب اور شائستہ بنایا جاتا ہے۔ تاکہ نوع انسانی کے لئے مفید ثمرات بروئے کار لائے جاسکیں۔

اس ضمن میں اساتذہ اور والدین ہمیشہ سے مستقبل کے انسان کی تعلیم وتربیت اور شخصیت کی تعمیر و ترقی کی اس بڑی اور اہم ذمہ داری کا احساس کرتے ہوئے اپنی اپنی سمجھ بوجھ کے مطابق حتی المقدور کوشاں رہتے ہیں۔ البتہ اساتذہ کا یہ وصف اور خوبی ہے کہ وہ یہ ادراک رکھتے ہیں کہ طلبہ کے ذہنوں میں کیا کیا تحریکیں نشوونما پاتی رہتی ہیں، وہ اپنے اساتذہ اور ماحول سے کس طرح متاثر ہوتے ہین نیز طلبا میں عمر کے ارتقاء کے ساتھ کیسے ذہنی تغیرات وقوع پزیر ہورہے ہوتے ہیں۔ اِن کی فکری اور تخلیقی صلاحیتوں کو بیدار کر کے کس طرح جلا بخشی جاتی ہے اوران کے اخلاقی کردار کو کیونکر سنوارا جاسکتا ہے۔

جب اساتذہ خلوص نیت اور محبت و شفقت سے طلبہ کو زیورِ تعلیم سے آراستہ کرتے ہیں، تو انہیں بھی اندازہ ہونے لگتا ہے کہ انکے اساتذہ نہ صرف ان کے ہمدرد و خیر خواہ ہیں بلکہ وہ ایک بلند مرتبہ پر فائز ہیں۔ یوں اساتذہ کے قول و فعل اور عمل سے نہ صرف سیکھنے سکھانے کا عمل جاری رہتا ہے۔ بلکہ احترام انسانیت کا تعلق بھی استوار ہو کر مضبوط ہوتا چلا

جاتا ہے۔

اساتذہ کے لئے ضروری ہے کہ وہ طلبا کے ماحول، استعداد، مزاج کو سمجھتے ہوئے ان میں علم وعمل کو آگے بڑھانے میں دلچسپی لیں اور انہیں احساس دلائیں کہ ان کی ذات میں بہت کچھ بننے کی صلاحیت موجود ہے۔ اساتذہ، طلبہ کو کبھی بھی اشارہ، کنایہ یا اپنے رویہ سے یہ نہ ظاہر ہونے دیں کہ فلاں طالبعلم ذہنی طور پر کچھ کمزور ہے۔ پوری طرح بات نہیں سمجھتا، اس طرح ہوسکتا ہے کہ وہ پڑھائی سے مایوس ہو جائے، جب ہم یہ سمجھتے ہیں کہ طلبا کے لئے ضروری ہے کہ وہ اپنے اساتذہ کو اہمیت دیں اور ان کا ادب اور احترام ملحوظ خاطر رکھیں، تو اساتذہ کے لئے بھی لازمی ہو جاتا ہے کہ وہ طلبہ کے ذہنی، علمی اور اخلاقی معیار کو بہتر اور بلند بنائیں۔

تربیت کے مآخذ اور تربیت کی اہمیت:

تربیت کے مآخذ کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ ہیں۔ (۱۸) اس کی اہمیت کا اسی سے اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ قرون اول سے آج تک بے شمار کتابیں مستقلاً اس موضوع پر لکھی جاچکی ہیں۔ (۱۹) صحاح ستہ اور دیگر کتب احادیث میں ''کتاب الادب'' کے نام سے مستقلاً اس موضوع پر احادیث جمع کی گئی ہیں۔ تمام بڑے مسلم مفکرین ابن خلدون، ابوعلی سیناؒ امام غزالیؒ، قاضی ابن جماعۃؒ وغیرہ نے اپنی معرکۃ الآراء کتب میں طلبہ کی نفسیات اور ان کی تعلیم و تربیت کے حوالے سے قلم اٹھایا ہے۔ (۲۰) لیکن مغرب نے صرف تعلیم کو پیش نظر رکھا ہے۔ اور تربیت کو لوگوں کا ذاتی معاملہ قرار دے کر آزاد چھوڑ دیا ہے جس کے نتائج ہمارے سامنے ہیں۔ (۲۱) اس کے برخلاف سعودی عرب میں وزارت تعلیم کا نام ''وزارۃ التعلیم والتربیۃ'' ہے اور اسی کا ذیلی ادارہ ''التوعیۃ الاسلامیۃ ہے جس کا کام طلبہ کی تربیت کرنا اور تربیت کے مختلف پروگرام کا انعقاد کرنا ہے۔ (۲۲)

تربیت کا ماحول ومربی سے تعلق: اسلام ماحول ومربی دونوں کو ذمہ دار قرار دیتا ہے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

کلّ مولود یولد علیٰ فطرته ثم ابواہ یهوّدانه اوینصّرانه (۲۳)

ہر شخص اسلام کی فطرت لے کر پیدا ہوتا ہے پھر اس کے والدین اس کا ماحول اس کی تربیت کر کے اس کو یہودی، نصرانی یا کچھ اور بنا دیتے ہیں۔ ماحول سے ہی تربیت ہوتی ہے اور ماحول بنانے کے ذمہ دار معاشرہ کے تمام طبقے ہیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اسی کی طرف توجہ دلاتے ہوئے فرمایا۔

كلّكم راع و كلّكم مسئول عن رعيته۔ (۲۴)

میں سے ہر شخص اپنے ماتحتوں کا ذمہ دار ہے اور قیامت کے دن اس سے باز پرس ہوگی میں سمجھتا ہوں سب سے زیادہ ذمہ دار اساتذہ ہیں۔

ڈاکٹر احمد شلبی لکھتے ہیں ہر انسان کے تین باپ ہوتے ہیں ایک وہ جس نے اسے پیدا کیا دوسرا وہ جس نے پرورش کی تیسرا وہ جس نے تعلیم دی اور تیسرے کا درجہ سب سے افضل ہے۔ (۲۵) اسلام میں اس فضیلت کی وجہ یہ ہے کہ سب سے زیادہ ذمہ داری انہی اساتذہ کے کاندھوں پر ڈالی گئی ہے لیکن انگریز سامراج کے قائم کردہ نظام تعلیم کی بدولت ایک معمولی درجہ کی چیز بنا دیا گیا ہے۔ (۲۶) انسائیکلو پیڈیا آف ریلیجز کے مطابق اساتذہ کی تذلیل کا سلسلہ یونان کے المیہ ڈراموں سے شروع ہوتا ہے کیونکہ ان میں اساتذہ کا کردار ہمیشہ مضحکہ خیز ہوا کرتا تھا۔ (۲۷) مغربی اقدار کی آمد کے نتیجے میں ہمارے معاشرے میں بھی اساتذہ کے ساتھ سلوک بہتر نہیں رہا۔ لہٰذا ہمیں تربیت کا دائرہ وسیع کرنا ہوگا۔

تین طبقوں کو تربیت کی ضرورت ہے، ہم کہیں گے تربیت کے تین اہم طبقے محتاج ہیں سب سے پہلے معاشرہ کی تربیت کی ضرورت ہے تاکہ وہ استاذ کے مقام اور اس کی اہمیت کو سمجھ سکے اس کے بعد اساتذہ کی تربیت کی ضرورت ہے تاکہ وہ اپنی ذمہ داریاں مکمل طور پر ادا کریں پھر طلبہ کی تربیت کی ضرورت ہے تاکہ وہ مستقبل کی ذمہ داریاں بحسن و خوبی سنبھال سکیں۔

اساتذہ کو نہ صرف اپنی نیت پر بلکہ اپنے اقوال و کردار پر بھی خصوصی نظر رکھنی چاہیے اور کبھی اپنے آپ سے غافل نہیں رہنا چاہئے، اس لئے کہ غیر محسوس طور پر استاذ کا اخلاق و کردار شاگردوں پر اثر انداز ہوتا ہے، اور طلبا خاموشی کے ساتھ ان پر نظر رکھتے ہیں، اساتذہ کو

چاہئے کہ وہ اس بات کی بھرپور کوشش کریں کہ وہ اپنے مطالعہ کو وسیع کرتے رہیں، پوری تیاری کے ساتھ کمرہ جماعت میں آئیں۔تمام جدید تعلیمی نفسیاتی طریقے اختیار کر کے طالبعلم کو پوری طرح سے علم حاصل کرنے کی طرف راغب کریں، ان کے مسائل کے حل کیلئے غور وفکر اور سوچ و بچار سے کام لیں اور آسان حل پیش کریں۔ان سے تعلیم کے حصول میں دلچسپی لینے کا مطالبہ کریں ،طلباء کو بلاوجہ کسی الجھن میں نہیں ڈالنا چاہئے ،کیونکہ جب وہ اپنی محدود استعداد، صلاحیت اور سمجھ بوجھ سے ایسی الجھنوں اور مشکلات سے نہیں نکل سکیں گیں تو نتیجتاً فرار کا راستہ اختیار کر سکتے ہیں۔

امام غزالی کے تعلیمی نظریات کا مطالعہ اس بات کا غماز ہے کہ آپ نے درس و تدریس کے جو طریقے تجویز کئے ہیں وہ اصول نفسیات کے عین مطابق ہیں۔جنکی افادیت تسلیم کرتے ہوئے یورپ کے ماہرین تعلیم نے بھی انہیں اپنانے کی سفارش کی۔آپ نے ان اصولوں میں سے ایک اصول یہ بھی دیا ہے کہ طلبہ کو انکی سابقہ معلومات کی مدد سے نیا سبق ذہن نشین کرایا جانا چاہیے۔ہربرٹ نے بھی انہی اصول تدریس کی سفارش کرتے ہوئے بچوں کے اسباق کو دلچسپ بنانے کی ہدایت کی ہے۔نیز سبق کو آسان اور طلبا کی صلاحیت وقابلیت کے مطابق ہی ہونا چاہیے۔تدریس کے یہ وہ زریں اصول ہیں جن کی یورپ کے ماہرین تعلیم ہربرٹ پستالوزی وغیرہ نے تقریبا سات سو سال کے بعد سفارش کی ہے۔

ہم ضرور چاہیں گیں کہ اسلامی تعلیم وتربیت اور تہذیب واخلاق کے لحاظ سے ہمارے اعمال وافعال مثالی، اللہ تعالی کی خوشنودی کے مطابق اور حضرت محمد ﷺ کی مکمل اتباع میں ہوں اور ہم سب کی مسرتوں کا موجب بنیں، تو اس مقصد کے لئے ہمیں اپنی معاشرتی زندگی پر بھی نظر ڈالنی ہوگی۔ہمیں اپنے طلبا کے مجلسی آداب کی طرف بھی توجہ دینی چاہئے ،یعنی انہیں اٹھنے بیٹھنے اور بات چیت کرنے کے دل لبھانے والے انداز سکھانے چاہئیں، مگر یہ تمام معاملات کبھی بھی صرف زبانی بتادینے سے حل نہیں ہوتے۔کیونکہ اسلامی زندگی کا سلیقہ سیکھنے کے لئے بھی عملی نمونہ درکار رہتا ہے تاہم ہمیں طلبا وطالبات کو اپنے احساسات اور مشاہدات پر

بھروسہ کرنا سکھانا چاہیے، ان کے احساسات اور مشاہدات میں بے موقع مخل نہ ہوا جائے۔ نہ ان پر بلاوجہ اپنی غیر ضروری پسند، ناپسند کا بوجھ ڈالا جائے۔

طلبا کو حتی الامکان پہلے تو ذہنی وجسمانی سزا دینے سے مکمل گریز کیا جائے، اگر انتہائی ضروری ہو تو نہ چاہتے ہوئے کبھی کبھار ہلکی پھلکی سزا صرف اس لئے دی جائے کہ طلبا و طالبات ناپسندیدہ عادات و اطوار چھوڑ دیں، اور انہیں ان بُرے کاموں سے دلی اور ہمیشہ کے لئے نفرت ہو جائے۔ وہ اپنے اساتذہ کو اپنا محسن سمجھنے لگیں۔ جس طرح ہم یہ روز اول سے سمجھتے ہیں کہ اساتذہ کو عزت و وقار حاصل ہے اور دوسروں کے سامنے رسوا ہونا انہیں گوارہ نہیں ہوگا۔ اسی طرح شاگرد بھی اپنی عزت نفس رکھتے ہیں، جب وہ ناسمجھی میں اپنی پڑھائی لکھائی پر توجہ نہیں دیتے تو انہیں سزا ملتی ہے۔ تو گویا ان کی عزت اور انا پر ضرب پڑتی ہے۔ لہٰذا جب وہ ہمارے سلوک سے اس بات کو سمجھ جائیں کہ پڑھنے میں ہی فائدہ ہے، تو یہ احساس دلانا ہی ہمارا اصل مقصود ہونا چاہئے۔ اب اگر ان کی عزت نفس بار بار بلاوجہ مجروح ہوگی، تو بچے سمجھنے لگتے ہیں کہ اساتذہ کی نگاہ میں ان کی کوئی عزت و وقعت نہیں ہے۔ ان حالات میں نرم و نازک کلام بے اثر ہوتا چلا جاتا ہے۔

ایک دوسرے پہلو پر اگر غور کیا جائے تو محسوس ہوتا ہے کہ طلبا و طالبات یہ سمجھنے لگتے ہیں کہ سزا دینے والے کے دل میں ان کے لئے ذرہ بھر بھی محبت اور ہمدردی نہیں ہے، گویا جب استاذ کے دل میں ان کے لئے محبت نہیں ہے تو وہ کیونکر ان کی محبت کا دم بھریں۔ ہدایات پر کیوں بلا چوں چرا ان عمل کریں۔ اور ان کی فرمانبرداری کیسے کریں۔ ان حالات میں ہم سمجھ سکتے ہیں کہ ایسی سزا دراصل طلبا کے لئے خرابی کا موجب بن رہی ہوتی ہے۔ جب کمسن طلبا و طالبات کو پٹنے اور مار کھانے کی خدانخواستہ عادت ہو جائے، تو ان کے لئے سزا کوئی بُری چیز نہیں رہتی، بلکہ وہ سزا کو معمولی بات سمجھنے لگتے ہیں۔ اب سزا سے بچنے کی نہیں بلکہ پڑھائی سے دور بھاگنے کی تدبیریں سوچنے لگتے ہیں، چنانچہ وہ مہارت اور دلیری کے ساتھ اپنے ہی نقصان میں آگے بڑھنا شروع کر دیتے ہیں، لہٰذا اُس وقت اصلاح احوال مشکل ہوسکتی ہے۔

ہمیں یہ بھی سمجھنا چاہئے کہ اگر صبح ہی سے درس گاہ میں غصہ بھری، کڑوی کسیلی باتوں کی گرجدار آوازیں اٹھ رہی ہوں تو ایسے ماحول میں طلبا اپنا ذہن کیسے متوازن رکھ سکیں گے؟ یہ سوچنا کہ طلبا کوئی ایسا غلط کام ہی نہ کریں کہ انہیں سزا دینی پڑے، یہ انتہائی خطرناک بات ہے۔ البتہ یہ تو ہوسکتا ہے کہ بعض اوقات سزا کو موقوف کر دیا جائے۔ لہٰذا اس نازک لمحہ میں پوری طرح اپنے ہی جذبات کو قابو میں رکھنا ہوگا۔ کیونکہ تمام بچے ہر شرارت جان بوجھ کر نہیں کرتے ،بعض باتیں ان سے ایسی اچانک سرزد ہوجاتی ہیں کہ پہلے سے انہیں ان کی خبر ہی نہیں ہوتی۔ ان حالات میں سزا دینا انہیں خوفزدہ کرنے کے مترادف ہوگا۔ اس موقع پر نہ صرف یہ کہ ہم صحیح سمت میں ان کی تربیت کے لئے کچھ نہیں کرتے بلکہ ہم ان کے ساتھ بلاوجہ زیادتی کرنے کے مرتکب ہورہے ہوتے ہیں۔

سزا کا کسی صورت بھی ضرورت سے زیادہ اور بے محل ہونا اسلامی تصور تعلیم کے منافی ہے۔ ان حالات میں اپنی صلاحیتوں کو بھی بروئے کار لانے کی ضرورت ہوتی ہے۔ اپنے بڑوں سے ان معاملات میں مشورہ کرنا، اور وہ طریقے اختیار کرنا جن سے طلبا میں صحیح اور غلط کا شعور پیدا ہوجائے اور وہ راہ راست پر آجائیں، نہایت مفید رہتا ہے۔ بیکار اور غلط کاموں سے انہیں نفرت ہونے لگے، انہیں احساس ہوجائے کہ انہوں نے کوئی ناپسندیدہ کام کیا ہے۔ ہمیں تمام حالات میں حتی الوسع عفو و درگزر سے کام لینا چاہیے۔ پیار محبت اور موقع ومحل کی مناسبت سے خلوص نیت کے ساتھ طلبا کی اصلاح کے لئے سوچ سمجھ کر قدم اٹھانا چاہیے، بلکہ ہمیشہ معاف کرنے کی روش کو اختیار کرنا چاہئے۔ ٹھنڈے دل سے غور کر کے خود فیصلہ کرنا چاہئے کہ اگر ہم نے ناسمجھی یا غصہ میں بلاوجہ سزا دے دی تو ہمارے اس عمل کا ردعمل کیا ہوسکتا ہے؟

ان چند امور کا خیال رکھتے ہوئے جب اساتذہ کرام تعلیم وتربیت کی طرف متوجہ ہوں گے تو انشاء اللہ تعالیٰ پھر کوئی وجہ نہیں کہ ان کے تلامذہ ان سے والہانہ محبت نہ کریں، ان کی ہدایات پر عمل نہ کریں، انہیں اپنا آئیڈیل نہ بنائیں، ان کا نام روشن نہ کریں، اور ان کے لئے دعائے خیر نہ کریں، اپنی تعلیم پر بھرپور توجہ نہ دیں، اور ان کی مخفی صلاحیتیں اجاگر نہ ہوں۔ اور ان

کی محنت وکوشش رنگ نہ لائے اور وہ کامیاب وکامران نہ ہوں۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو حسن نیت، حسن عمل اور حسن کارکردگی کی توفیق اور نسل نو کی پوشیدہ صلاحیتوں کو بطریق احسن بروئے کار لانے کی سعادت بخشیں۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کا حامی و ناصر ہو۔

حواشی وحوالہ جات

۱۔ سورہ البقرہ: آیت ۳۱،

۲۔ سورہ البقرہ: آیات ۳۱ اور ۳۳،

۳۔ سورہ النمل: آیت ۴۰، میں دعویٰ کے الفاظ ہیں۔ آتِیکَ بِہٖ قَبْلَ اَنْ یَّرْتَدَّ اِلَیْکَ طَرْفُکَ۔

۴۔ تین مقامات پر مقاصد بعثت کی نشاندہی کی گئی ہے۔ پہلی سورۃ البقرۃ: آیت ۱۲۹، دوسری سورہ آل عمران: آیت ۱۶۴، تیسری سورہ الجمعۃ: آیت ۲ میں،

۵۔ سورۃ المجادلۃ: آیت ۱۱،

۶۔ سورۃ الزمر: آیت ۹،

۷۔ سورۃ العلق: آیت ۱۔۴،

۸۔ ابن ماجہ، ابوعبداللہ محمد بن یزید/ سنن ابن ماجہ/ داراحیاء التراث العربی بیروت ۱۳۹۵ھ/ ج ۱،ص ۸۳/ باب فضل العلماء والحث علی طلب العلم،

۹۔ ابوداؤد، سلیمان بن اشعث/ صحیح سنن ابوداؤد/ محمد ناصرالدین البانی/ مکتبہ التربیۃ العربیۃ لدول الخلیج ۱۴۰۹ھ/ ج ۲،ص ۶۹۴ حدیث نمبر ۹۶ ☆ اور صحیح البخاری محمد بن اسماعیل بخاری، باب العلم قبل القول والعمل الصحیح، ج/۱،ص/۱۸۹،

۱۰۔ ابن ماجہ، ابوعبداللہ محمد بن یزید سنن/ ابن ماجہ/ داراحیاء، التراث العربی بیروت ۱۳۹۵ھ/ حدیث نمبر ۲۱۹،

۱۱۔ ابوداؤد سلیمان بن اشعث/ صحیح سنن ابوداؤد البانی/ ج ۲،ص ۶۹۴، حدیث ۹۶،

۱۲۔ ابن حجر عسقلانی/ فتح الباری بشرح صحیح البخاری/ دارالریان للتراث ۱۴۰۷ھ/ ج ۱، حدیث ۱۴۳،

۱۳۔ غزالی، ابوحامد محمد بن محمد/ احیاء علوم الدین/ دارالمعرفۃ بیروت/ ج ۱،ص ۱۷۔۱۸،

۱۴۔ موسوعۃ نظرۃ النعیم، مطبعۃ الفہد بن عبدالعزیز المملکۃ العربیۃ السعودیہ ۱۹۹۶ء/ ج ۷، ص ۲۹۷۶،
۱۵۔ غزالی، ابوحامد محمد بن محمد/ احیاء علوم الدین/ ج ۱، ص ۱۴،
۱۶۔ آئینہ حقیقت نما/ ص ۵۷،
۱۷۔ گستاولی بان، ڈاکٹر/ تمدن عرب/ مترجم: مولوی سید علی بلگرامی/ مطبوعہ مفید عام آگرہ ۱۸۹۶ء/ ص ۶۱،
۱۸۔ سورۃ النساء: آیت ۶۵
۱۹۔ مثلاً کتاب الترغیب والترہیب مصنف عبدالعظیم المنذری، کتاب المودود فی احکام المولود مصنف ابن قیم جوزی، الادب المفرد محمد بن اسماعیل البخاری وغیرہ۔
۲۰۔ تعلیم اور معاشرتی تبدیلی ڈاکٹر محمد عبدالعزیز ص/ ۳۱۶ مزید دیکھئے تعلیم میں نفسیات کی اہمیت مصنف ہربرٹ سورینس مترجم ڈاکٹر سلامت اللہ نیشنل بک ہاؤس لاہور مطبوعہ ۱۹۹۵ء
۲۱۔ اصول التربیۃ الاسلامیہ واسالیبھا فی البیت والمدرسۃ والمجتمع ص/ ۵۵
۲۲۔ ماہنامہ قومی گزٹ، کراچی جون ۱۹۹۸، مقالہ نگار، غلام مرتضی ملک، ص/ ۵۵
۲۳۔ الاجوبۃ المرضیۃ فیما سئل السخاوی عنہ من الاحادیث النبویۃ شمس الدین محمد بن عبدالرحمٰن السخاوی (تحقیق محمد اسحاق محمد ابراہیم) دارالرایۃ الریاض، الطبعۃ الاولیٰ ۱۴۱۸ھ جلد دوم ص۔۶۸۱ مزید دیکھیں مسند احمد جلد دوم ص/ ۲۸۲، حلیۃ الاولیاء، جلد ۹ ص/ ۲۲۸
۲۴۔ صحیح البخاری/ جلد ۳، ص ۲۷۸
۲۵۔ ڈاکٹر احمد شلبی/ مسلمانوں کا نظام تعلیم/ ص، ۲۰۳
۲۶۔ تعلیم اور معاشرتی تبدیلی، ڈاکٹر محمد عبدالعزیز ص/ ۲۲۷
۲۷۔ مسلمانوں کا نظام تعلیم/ ص ۱۰